Al-Azhār

Volume 8, Issue 1 (Jan-June, 2022)

ISSN (Print): 2519-6707

Issue: http://www.al-azhaar.org/index.php/alazhar/issue/view/18

URL: http://www.al-azhaar.org/index.php/alazhar/article/view/357

Article DOI: https://doi.org/10.46896/alazhr.v8i01.357

Title An Analytical Study of the Style of Ahmad Bin Mustafa Al-Maraghi in Tafseer Al- Maraghi

Author (s): Jamshed Iqbal and Dr. Muhammad Fakharud Din

Received on: 26 June, 2021

Accepted on: 27 May, 2022

Published on: 25 June, 2022

Citation: Jamshed Iqbal and Dr. Muhammad Fakharud Din, “Construction: An Analytical Study of the Style of Ahmad Bin Mustafa Al-Maraghi in Tafseer Al- Maraghi,” Al-Azhār: 8 no, 1 (2022): 250-267

Publisher: The University of Agriculture Peshawar

Click here for more

احمد بن مصطفیٰ المراغی کے تفسیر "تفسیر المراغی" کے اسالیب و مناہج کا تجزیاتی مطالعہ

An Analytical Study of the Style of Ahmad Bin Mustafa Al-Maraghi in Tafseer Al- Maraghi

*جمشید اقبال

**ڈاکٹر محمد فخر الدین

ABSTRACT

Tafseer Al Maraghi is one of the famous authorships of Shekh Ahmad Bin Mustafa Al-Maraghi,who is one of the Jamia Azhar scholars whose services of tafseer are prominent. Tafseer Almuraghi is manifestation of his services. His tafseer has many features and quailities. This tafseer is consists of 10 volumes. The style of tafseer is simple but attractive.

The most radiant things in his style of tafseer are that: He bring some werses from the Holy Quran and translate the difficult wors and present the summary of the verses. Then he present the explanation of those verses under the topic of "Al-Edhah". A major feature of which is that he mostly interpret the Qur'an with hadiths. For this, there is a considerable collection of hadiths in his tafseer. He also brought fiqh principals in the light of Islamic jurisprudence. He also explain the verses with poetry and quotes from the past poets. He also brings scientific theories for the explanation of verses where he consider it necessary. To bring references and quotations, he approaches the original sources and books of Islamic and Arabic Literature.

Keywords: Tafser, Style, Ahmad Bin Mustafa Al-Maraghi

*پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، بنوں

**لیکچرار، شعبہ تحقیق وعلوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، بنوں

تفسیر کا مفہوم

تفسیر کا اصل مادہ فسر یعنی (ف، س، ر) ہے، جس کا لغوی معنی ظاہر کرنا، کھول کر بیان کرنا، بے حجاب کرنا اور طبیب کا قارورہ کو دیکھنا ہے[1]۔ اظہر اللغات کے مطابق تفسیر کا لغوی معنی ہے: "تفسیر لغت میں قرآن کی شرح کا نام ہے۔ اس کا جمع تفاسیر آتا ہے۔ ثلاثی مجرد سے نَصَرَ اور ضَرَبَ کے ابواب سے آتا ہے[2]۔ تفسیر باب تفصیل سے مصدر ہے جس کا لازمی معنی واضح کرنا اور کھول کر بیان کرنے کے ہیں۔ قرآن پاک میں آیا ہے وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا[3]

اصطلاحی تعریف:

علمائے تفسیر نے مختلف الفاظ میں تفسیر کی تعریف کی ہے، جن میں سے چند ایک کی تعریفات درجہ ذیل ہیں:

1۔ علامہ زرکشی کے مطابق علم تفسیر کی تعریف: "علم یعرف به فهم کتاب الله المنزل علی نبیه محمد ﷺ وبیان معانیه واستخراج احکامه وحکمه "[4] 2۔ ابو حیان کے مطابق علم تفسیر کی تعریف: "تفسیر ایک ایسا علم ہے جس میں الفاظِ قرآن کے تلفظ، ان کے مفہوم و مدلول ان کے احکام افرادی و ترکیبی اور ان معانی سے بحث کی جاتی ہے جن کے حالت ترکیب میں وہ حامل ہوتے ہیں[5]۔" 3۔ علامہ محمد علی صابونی نے التبیان میں علم تفسیر کی تعریف کچھ یوں کی ہے۔ "علم یبحث فیه عن القرآن الکریم من حیث الدلالته علی مراد الله بقدر الطاقتهِ البشریه"[6]

اسلوب کا مفہوم:

یہ افکار و خیالات کے اظہار و ابلاغ کا ایسا طریقہ ہے جو دل نشین بھی ہو اور منفرد بھی ہو۔ اس کے لئے انگریزی میں سٹائل جبکہ اردو میں طرز اور اسلوب کا لفظ استعمال ہوتا ہے، اور عربی اور جدید فارسی میں "سبک" کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اسلوب میں ترصیع یا صناعی کا مفہوم شامل ہے۔ عربی میں سبک یسبک ضرب یضرب سے لغوی معنی دھات کو پگھلانا اور سانچہ میں ڈھالنا ہے چنانچہ عربی میں اس کا مفہوم کلام کا حشو و زوائد سے پاک کرنا بھی ہے۔ دوسرا لفظ طرز ہے جو فاخرانہ لباس استعمال کا نام ہے۔ عام طور سے یہ فیشن کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور اب اسلوب، طریقہ، روش اور راستہ کے معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ اسلوب کا جمع اسالیب ہے، یہ اصل میں متعین معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اس لئے یہ ادب میں کسی مخصوص انداز نگارش کے واسطے بولا جاتا ہے جس میں لکھنے والے کی شخصیت کے منفرد خط و خال نظر آئیں۔ عربی، فارسی، اردو، ہندی تمام زبانوں سے یہ

ظاہر ہوتا ہے کہ اسلوب کے معنی میں تصنع اور کاوش ہے۔ڈاکٹر بوفان کے مطابق اسلوب انسان کے "ذھنی آواز" کا نام ہے۔ اسلوب میں الفاظ کی ترتیب اور انتخاب کا سلیقہ بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ اور اسی پر اسلوب کا دارومدار بھی ہے۔اپنے خیالات کو ایک منفرد حیثیت سے پیش کرنے کا نام اسلوب ہے[7]۔

منہج کا مفہوم

کسی موضوع کے نتائج تک پہنچنے کے لئے جو منظم طریقہ استعمال ہوتا ہے اس کا نام منہج البحث ہے۔ اسلامیات کا مضمون تمام علوم وفنون کے ساتھ باہم مربوط ہے، اس میں تحقیق کرنے کے لئے مناسب منہج اختیار کرنا ضروری ہے۔

1۔ مناہج البحث: مرکب اضافی ہے۔ مناہج منہج کا جمع ہے جو کہ مضاف اور بحث مضاف الیہ ہے۔ بحث کا معنی کھودنا اور تلاش کرنا ہے۔ڈاکٹر محمد بلتاجی نے بحث کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔"ھو بزل الجھد فی تحصیل معرفته بموضوع من موضوعات التخصص"

منہج کا مفہوم:

منہج کا لغوی معنی الطریق الواضح آتا ہے۔ صحیح بخاری میں منہج کا معنی "سنته" یعنی طریقہ بیان کیا گیا ہے[8]۔ الغرض تحقیق کے دوران کسی علمی بحث کے لئے جو طریقہ اختیار کیا جاتا ہے اس کا نام منہج ہے۔ تحقیق میں اس طریقہ کو بروئے کار لانے سے علمی اور تحقیقی ہدف تک آسانی سے پہنچا جاسکتا ہے۔ منہج محقق کا وہ طرہ امتیاز ہے جس کو رب العزت نے تمام مخلوقات سے منفرد خصوصیات دی ہیں، اس میں عقل وفکر اور اپنے مافی الضمیر کا زبانی اور تحریری اظہار شامل ہے[9]۔

احمد بن مصطفیٰ المراغی کی حالات زندگی

ولادت:

احمد بن مصطفیٰ المراغی شیخ اظہر محمد بن مصفطیٰ المراغی کے چھوٹے بھائی ہیں۔ محمد بن مصطفیٰ المراغی 9 مارچ 1881ء میں پیدا ہوئے اور 22 اگست 1945ء کو وفات پاگئے[10]، جب کہ احمد بن مصطفیٰ المراغی 10 اکتوبر 1883ء کو پیدا ہوئے اور 1952ء کو وفات پاگئے۔ احمد بن مصطفیٰ المراغی نے "تفسیر المراغی" کے نام سے پوری قرآن کی تفسیر کی جب کہ محمد بن مصطفیٰ المراغی نے "الدروس الدینیه" کے نام سے بعض سورتوں کی بعض آیتوں کی تفسیر کی۔[11] چونکہ دونوں بھائیوں کا زمانہ ایک ہے اور دونوں اپنے وقت کے نابغہ روزگار علماء ہیں اس لئے اکثر ان کی

حالاتِ زندگی میں اشتباہ پیدا ہوتا ہے بلکہ بہت سے محققین نے اپنے تحقیقی مضامین میں احمد بن مصطفیٰ کی جگہ محمد بن مصطفیٰ کی حالاتِ زندگی پر کافی شرح وبسط کے ساتھ بحث کی ہے اور پھر بعد میں تفسیر مراغی میں احمد مصطفیٰ کے منہج واسلوب کو بیان کیا ہے۔

تعلیم وتدریس:

احمد بن مصطفیٰ المراغی بھی جامعہ اظہر ہی کے پڑھے ہوئے ہیں، سوڈان میں اپنے بڑے بھائی کے ساتھ ایک جگہ کام کیا ہے لیکن 1916 میں وہ واپس مصر آئے اور جامعہ اظہر کی جانب سے فیکلٹی جردون میں شعبہ اسلامی شریعہ وعربی زبان دانی کے وزیٹنگ لیکچرر تعینات ہوئے۔ جس زمانے میں محمد مصطفیٰ شیخِ اظہر تھے اس زمانے میں آپ نے وہاں کی تعلیمی اصلاحات میں بلاواسطہ حصہ لیا اور ساتھ ساتھ دارالعلوم میں "ادارہ البلاغہ" کے چیئرمین بھی رہے۔اس دوران اس نے عربی زبان دانی اور بلاغت بھی پڑھائی اور زبان دانی اور شریعتِ اسلامی کے وہ معنی خیز اصطلاحات متعارف کرائے جو قرآن وحدیث کو سیکھنے کا جدید ذریعہ ثابت ہوئے۔[12] اس نے تفسیر کے میدان میں اپنی عظیم شاہکار "تفسیر المراغی" کی صورت میں گراں قدر خدمات انجام دیں جس میں "الادب و الاجتماع" کے طریقہ کار کا اطلاق کیا گیا ہے۔ تفسیر کا یہ طریقہ قرآنی آیات کی تشریح کو معاشرے میں سماجی ثقافتی مسائل کے ساتھ جوڑنے کا ذریعہ ہے۔ لغتِ عربی اور قرآن کی خدمت کے حوالے سے وہ خود رقم طراز ہیں:

"لقد سعدت بخدمتي للغة العربية نحو نصف قرن درسا وتدريسا، وتأليفا وتصنيفا، أتتبع أساليبها فى آي القرآن الحكيم، وحديث رسول الله صلى الله عليه وسلم، والشعر والنثر، حتى وجدتني كلفا، بأن أتوّج خدمتى لهذه اللغة بتفسير آي الذكر الحكيم مع تسميته «تفسير المراغي"[13] میں نے نصف صدی تک درس وتدریس اور تصنیف وتالیف کے ذریعے عربی زبان کی خدمت کی سعادت حاصل کی۔ میں قرآن کی آیات ،رسول اللہ ﷺ کی احادیث اور شعر ونثر میں اس کے اسلوب کی پیروی کی، یہاں تک کہ مجھے یہ شوق دامن گیر ہوا کہ میں زبان کی اپنی اس خدمت کو قرآنی آیات کی تفسیر کا تاج پہناؤں اور اس کو "تفسیر المراغی" کا نام دوں۔

مولد کی تاریخی حیثیت:

تاریخی اعتبار سے مصر براعظم افریقہ کا وہ اسلامی ملک ہے جس کی پہچان علمی آماجگاہ کی حیثیت سے ہے اور اس کی واضح مثال اور بیّن دلیل عظیم وقدیم اسلامی یونیورسٹی "الازہر" ہے جس کی بنیاد چوتھے فاطمی امیر "المعزلدین اللہ"[14] کے سالار "جوہر" نے 970ء میں قاہرہ میں رکھی تھی۔[15] جو فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہ کی طرف نسبت کی وجہ سے "ازہر" کہلائی۔[16] اس ادارے نے عالمِ اسلام پر وہ نقوش چھوڑے جو تاقیامت باقی

رہنے والے ہیں کیونکہ اس کے فضلاء نے دینِ اسلام کی وہ خدمت کی جو رہتی دنیا تک یاد رکھی جائے گی۔اس ادارے نے دنیا کو محمد عبدہٗ، رشید رضا اور محمد بن مصطفیٰ المراغی جیسے انمول ہیرے دئے، جن کے بعض نظریات سے اختلاف تو کیا جا سکتا ہے لیکن ان کی خدمات سے کسی طرح پہلو تہی نہیں کی جا سکتی۔ جامعۃ الازہر کے ان سپوتوں میں ایک نام "احمد بن مصطفیٰ المراغی" کا بھی ہے جس نے امتِ مسلمہ کو "تفسیر المراغی" کا نایاب تحفہ دیا۔

تفسیر المراغی میں امام احمد المراغی کے منہج و اسلوب کا تجزیاتی مطالعہ:

شیخ احمد بن مصطفیٰ المراغیؒ کا تعلق قرآنِ کریم کے ساتھ خاص شغف رکھنے والے گھرانے سے ہے۔ آپؒ کے بڑے بھائی محمد بن مصطفیٰ المراغیؒ کی زندگی کا مطالعہ کریں تو ان کی تفسیری خدمات واضح نظر آئیں گی اور آپؒ کی تو تفسیر آپؒ کی حبِ قرآن کی واضح دلیل ہے۔ دونوں بھائیوں کا اندازِ تفسیر زیادہ تر ایک جیسا ہے، دونوں نے قرآنی تعلیمات کو عصرِ حاضر پر منطبق کرنے کی پوری کوشش کی ہے۔ شیخ احمد المراغیؒ نے جو اسلوب اختیار کیا ہے اس کے تجزیاتی مطالعے کا نچوڑ یہ ہے۔

شیخ المراغی نے اپنی تفسیر کے مقدمہ میں جو منہج بیان کیا ہے وہ نو نکات پر مشتمل ہے:1)بحث کی ابتداء میں آیات کا ذکر، 2)مفرد الفاظ کی وضاحت، 3)اجمالی معنی، 4)شانِ نزول، 5)علمی اصطلاحات سے اجتناب، 6)مفسرین کے اسلوب کی پیروی 7)افہام و تفہیم کے وسائل میں عصرِ حاضر کی خصوصیت و امتیاز، 8)کتبِ تفسیر کی روایات کی تمحیص (خالص کرنا) اور (9) تفسیر کی جلدیں۔

مذکورہ نکات کے علاوہ چند ایک دیگر نکات بھی ہیں۔ اس مبحث میں جملہ نکات پر فی الجملہ بحث کرتے ہیں تاکہ اس پر تجزیہ کرنے میں آسانی پیدا ہو جائے۔

1۔ بحث کی ابتداء میں آیات کا ذکر: علامہ مراغیؒ کا اسلوب یہ ہے کہ وہ بحث کی ابتداء میں بسط و تفصیل کے اعتبار سے ایک، دو یا زیادہ آیاتِ کریمہ لاتے ہیں۔ مثلاً: المص(1) كِتابٌ أُنْزِلَ إِلَيْكَ فَلايَكُنْ فِي صَدْرِكَ حَرَجٌ مِنْهُ لِتُنْذِرَبِهِ وَذِكْرى لِلْمُؤْمِنِينَ(2)اتَّبِعُوامأُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ وَلاتَتَّبِعُوامِنْ دُونِهِ أَوْلِياءَقَلِيلاًماتَذَكَّرُونَ(3)[17]

ابتداء میں تفسیر کی جانے والی آیتوں کے ذکر کرنے کا طریقہ تقریباً تمام مفسرین کا ہے۔ اس طریقہ سے قاری کسی قسم کے الجھن کا شکار نہیں ہوتا کیونکہ اس کو پہلے سے معلوم ہوتا ہے کہ آنے والی تفسیر کن آیتوں کا ہے۔

2۔ مفرد الفاظ کی وضاحت: مذکورہ آیاتِ کریمہ میں جو الفاظ مشکل اور وضاحت طلب ہوتے ہیں، ان کی وضاحت کرتے ہیں تاکہ تفسیر میں کوئی دقت پیش نہ آئے۔ مثلاً کَمْ: اسم ہے جو کثرت کا فائدہ دیتا ہے یعنی کثرت پر دلالت

کرنے کے لئے آتا ہے۔القریۃ: اس کا اطلاق لوگوں اوران کے جمع ہونے کی جگہ پر ایک ساتھ بھی ہوتا ہے اوران میں سے ہر ایک پر علیحدہ علیحدہ بھی ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَسْئَلِ الْقَرْيَةَ[18] یعنی آپ اس بستی کے لوگوں سے پوچھ لیجئے۔ یہاں قریہ سے قوم مرادلینا بھی صحیح ہے اور جگہ مراد لینا بھی درست ہے اس لئے وہ بھی اپنے باشندوں کی طرح ہلاک ہوتا ہے۔البیات: رات کے وقت دشمن پر حملہ کرنا اور غفلت میں ان پر ٹوٹ پڑنا۔البأس: عذاب۔القائلون: قیلولہ کے وقت آرام کرنے والے لوگ۔کہا جاتا ہے: قال یقیل قیلاوقیلولۃ۔ الدعوی: جس کوانسان اپنے لئے ثابت کرتا ہے، جس کا انسان خواہش کرتا ہے، اس کا اطلاق "قول" پر بھی ہوتا ہے[19]۔

یہ منہج جملہ مفسرین کا نہیں ہے بلکہ بعض مفسرین نے اس اسلوب کو اپنایا ہے۔اس میں بھی قاری کے لئے کئی ایک فوائد ہیں جن میں ایک اہم فائدہ یہ بھی ہے تفسیر کے دوران اس کو مشکل الفاظ کی وضاحت کے لئے لغت کی جانب رجوع نہیں کرنی پڑتی بلکہ وہ تسلسل کے ساتھ تفسیر کا مطالعہ کرتا ہے۔

3۔اجمالی معنیٰ: علامہ مراغیؒ کی عادت ہے کہ وہ آیاتِ مذکورہ کے بعد ان آیات کا اجمالی معنیٰ بیان کرتے ہیں تاکہ پڑھنے والے کے ذہن میں تفصیل سے پہلے اجمالی خاکہ بیٹھ جائے اور پھر تفسیر سمجھنے میں آسانی ہو۔مذکورہ آیات کی اجمالی معنیٰ کی مثال ذیل ہے۔

> "اللہ تعالیٰ نے یہ بات واضح طور پر بیان فرمادی کہ میں نے اپنے سول ﷺ پر کتاب نازل فرمائی تاکہ اس کے ذریعے لوگوں کوڈرائے اور یہ کتاب مؤمنوں کے لئے نصیحت ہو۔اوراس سے مطالبہ کیا کہ وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکامات کی پیروی اور شرعی امور میں اس کے سوادوسروں کی اتباع سے بچنے کرنے کا حکم دے۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کواس کتاب اوراس کے تابع دین کے اصول وفروع کی مخالفت کے انجام کا خوف دلایا اوران کو گزشتہ امتوں پر دین سے اعراض اوراپنے باطل خداؤوں کی بے بنیاد اور من گھڑت باتوں پر اصرار کرنے کی وجہ نازل ہونے والے عذاب سے نصیحت حاصل کرنے کی تلقین کی"۔

تفسیر کی دنیامیں یہ اسلوب بہت ہی کم استعمال ہواہے۔قاری کوابتداءہی سے آیاتِ کریمہ کا مقصد اور مطلب واضح ہوجاتا ہے۔اس کے ذہن میں شروع ہی سے ایک نقشہ کھینچ جاتاہے جس کا فائدہ یہ ہوتاہے کہ وہ تفسیر کے مطالعے میں علیٰ وجہ البصیرت ہو جاتاہے اوردوسرایہ کہ اگراس کوپوری تفسیر کے مطالعے کا موقع نہ بھی ملے تو بھی وہ متعلقہ آیتوں کے سمجھنے کے قابل ہوجاتا ہے۔

4۔شانِ نزول: علامہ مراغیؒ نے آیاتِ مذکورہ کا شانِ نزول بھی بیان کرتے ہیں تاکہ پڑھنے والے کو ان آیات کا پسِ منظر معلوم ہو جائے اور پھر اسی نقطہ نظر سے تفسیر کا مطالعہ کرے۔

شانِ نزول کے بیان کا تفسیر میں کلیدی کردار ہے بسا اوقات کسی آیت یا سورۃ کا فہم مشکل ہو جاتا ہے اور قاری اس کے سمجھنے میں الجھن کا شکار ہو جاتا ہے لیکن جب اس کا شانِ نزول بیان کیا جاتا ہے تو فوراً اس کی الجھن ختم ہو جاتی ہے اور وہ اس آیت اور سورۃ کی تہہ تک پہنچ جاتا ہے۔

حاصل یہ کہ بحث کی ابتدا میں ایک یا چند آیات کا ذکر کرنا، ان کے مشکلات کی وضاحت، ان کا اجمالی معنی اور ان سے متعلق شانِ نزول کا بیان تفسیر کی خوبیوں میں شامل ہیں۔ یہ تمام امور قاری کے ذہن کو ایک نقطہ پر مرکوز کرکے اس میں تفصیل کا اجمالی خاکہ منقش کر دیتی ہیں۔

5۔تفسیر بالماثور: علامہ مراغیؒ مفردات کی وضاحت، اجمالی معنی اور شانِ نزول بیان کرنے کے بعد "الایضاح" کے عنوان سے مذکورہ آیات کی تفسیر کرتے ہیں۔ آپؒ کا اندازِ تفسیر "تفسیر بالماثور" کا ہے۔ مثلا مذکورہ آیات کی وضاحت انہوں نے کچھ یوں کی ہے: "وَكَمْ مِنْ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا فَجَاءَهَا بَأْسُنَا بَيَاتًا أَوْ هُمْ قَائِلُونَ: اور ہم نے بہت سی بستیوں کو ان کے رب کی طرف سے بھیجے گئے رسولوں کی نافرمانی کی وجہ سے ہلاک کر دیا۔ ان کی ہلاکت یا تورات کے وقت ہوئی، جیسے لوط علیہ السلام کی قوم یا پھر قیلولے کے وقت جب وہ دن کو آرام کرنے والے ہوتے جیسے شعیب علیہ السلام کی قوم۔ یہ دونوں اوقات آرام کے ہیں، ان میں کسی ایک کو بھی ہلاکت یا عذاب کا خیال تک نہیں تھا، لہٰذا عقلمند کے لئے مناسب نہیں کہ وہ راتوں کی خیانت اور دنوں کے فریب سے بے فکر رہے اور نہ فراخی و خوشحالی پر دھوکہ کھائے اور وہ اس کو اس بات کی علامت سمجھے کہ میں اس کا مستحق ہوں اور یہ دوام کی علامت ہے۔ اس میں کفارِ قریش کا اپنی قوت، دولت، عزت ا اور عصبیت (تعصب) پر تکبر کی جانب لطیف اشارہ ہے اور ان چیزوں کو اللہ تعالیٰ کا ان سے راضی ہونے کی دلائل خیال کرنے پر تعریض ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے حکایت کرکے فرمایا: "اور کہا کہ: ہم مال اور اولاد میں تم سے زیادہ ہیں اور ہمیں عذاب ہونے والا نہیں ہے۔"[20]

فَمَا كَانَ دَعْوَاهُمْ إِذْ جَاءَهُمْ بَأْسُنَا إِلَّا أَنْ قَالُوا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ: اور جب ان پر عذاب نازل ہوا تو ان کی پکار اور طلبِ مدد سوائے اپنے ظلم کے اقرار کے کچھ نہیں تھی جس پر وہ قائم تھے۔ اور انہوں حسرت، ندامت اور بچنے کی امید پر اس کے باطل ہونے کی گواہی دی، لیکن اس وقت ندامت کہاں کام آتی جب کہ آنے والی (عذاب) قریب آ پہنچی تھی، (اور) اللہ کے سوا اس کو دور کرنے والا کوئی نہیں۔

اس آیت میں یہ عبرت ہے کہ ہر گناہ گار پر اپنے کئے ہوئے گناہ کی سزا دنیا میں واقع ہوتی ہے (اور) جب وہ جان جاتا ہے کہ یہ (گناہ) اس کی سزا کا سبب ہے تو وہ اس کا اعتراف کرتا ہے اور اپنے کئے پر نادم اور پشیمان ہوتا ہے۔ اور بہت کم ہی دنیا میں کوئی اپنے گناہوں کی سزا کو محسوس کرتا ہے کیونکہ وہ (سزا) عموماً تاخیر سے آتی ہے۔ جو بیماریاں شراب پینے سے پیدا ہوتی ہیں جیسے دل کی بیماری، جگر کی بیماری، نسل کی کمزوری اور ان جیسی دوسری جسمانی اور عقلی بیماریوں کا احساس اس کو بہت دیر ہوتا ہے اور ڈاکٹروں کے علاوہ بہت کم لوگ ان کو پہچانتے ہیں۔ اس وجہ سے نشے کے عادی کو اس کا احساس نہیں ہوتا، ان کو تو صرف پینے کے بعد سر درد اور متلی کا احساس ہوتا ہے جس کا احتمال ان کے لئے آسان ہوتا ہے اور وہ خمار اور مستی کو اس پر ترجیح دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر اس کے بعد اس کو اس کا علم بھی ہو جائے تو بھی اس کا یہ جاننا اس کو بہت کم فائدہ دیتا ہے جب اس کا اثر نشے میں اس حد کو پہنچ چکا ہو کہ وہ اس کو توبہ کرنے پر ابھارے اس لئے کہ نشے کی بیماری دائمی اور کمزور کرنے والی ہے اور نشے کی محبت ارادے کو کمزور بنا دیتی ہے۔

گناہوں کی سزا دنیا میں افراد پر مسلسل نہیں ہوتی جس طرح کہ قوموں پر تسلسل کے ساتھ ہوتی ہے لہذا دنیا میں اس کے جرم کی سزا یقینی ہے جس میں کوئی شک نہیں البتہ اس کے لئے مقررہ مدت افراد کے مقابلے میں طویل ہوتی ہے جو قوت و ضعف میں قوموں کے حالات کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے۔ پس وہ قوم جس میں ظلم اور سرکشی پیدا ہوتی ہے، اس کے افراد کے درمیان عدم اعتماد پیدا ہو جاتا ہے، اس میں امن کا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے اور اس میں فسق اور فجور بڑھ جاتا ہے تو اس کی حالت بدتر ہو جاتی ہے، اس کی بنیادیں کمزور ہو جاتی ہیں، اس کے افراد کے درمیان محبت کے رشتے ختم ہو جاتے ہیں، اس کی قوت اور عزت ماند پڑ جاتی ہے۔ لہذا اس قوم کے افراد بظاہر ایک دکھائی دیتے ہیں لیکن ان کے دل پراگندہ ہوتے ہیں، وہ پستی اور فساد کا شکار ہوتے ہیں یہاں تک کہ طاقتور دشمن اس پر غالب آ جاتا ہے، اس کی دولت کو اچک لیتا ہے اور اس کے افراد کو ذلیل اور کمزور کر دیتا ہے۔ اور بہت کم کوئی قوم عذاب کے آنے سے پہلے اپنے گناہوں کی سزا کو محسوس کرتی ہے اور پھر اس کے داناؤں کا یہ کہنا ان کو فائدہ نہیں دیتا کہ ہائے افسوس! ہم ظلم کرنے والے تھے۔ اور کبھی کبھی اس میں جہالت عام ہو جاتی ہے، اور ان کے دلوں پر فساد کا زنگ لگ جاتا ہے تو ان کو یہ احساس تک نہیں ہوتا کہ ان پر جو عذاب نازل ہوا ہے وہ (ان کے اعمال کا) پورا پورا بدلہ ہے اور ان کے کئے ہوئے اعمال اور گناہوں کی سزا ہے ۔ اور وہ (قوم) غاصب کے غلام بننے پر اتنا ہی خوش ہوتی ہے جتنا کہ وہ گناہوں کرنے پر خوش ہوتی تھی۔ اور کبھی کبھار یہ گناہ اور فسق نسل کے خاتمے کا سبب بن جاتے ہیں، خاص کر جب زنا اور نشہ (شراب) ان میں عام

ہو جائے تو قوم آزادی اور خود مختاری کی راہ پر قائم نہیں رہتی۔ کبھی ان پر مصائب اور مشکلات اتنی آجاتی ہیں کہ ان کی طاقت ختم ہو جاتی ہے تو وہ اپنے لئے (ان مصائب سے) نکلنے کا راستہ ڈھونڈتے ہیں اور ان کے اسباب تلاش کرنے کے لئے ماضی میں چلے جاتے ہیں تو ان (اسباب) کو اپنے اندر ہی پاتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان اس کی طرف رہنمائی کرتا ہے: "وَماأَصابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِماكَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ" (اور تمہیں جو کوئی مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کئے ہوئے کاموں کی وجہ سے پہنچتی ہے)[21] اور جب وہ اس کے علاج کا ارداہ کرتا ہے اور اس سخت بیماری کے لئے دوا کی تمنا کرتا ہے اور اس کے لئے خفیہ اور اعلانیہ دائیں بائیں نظر دوڑاتا ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ہی میں پاتا ہے: "إِنَّ اللَّهَ لايُغَيِّرُمابِقَوْمٍ حَتَّى يُغَيِّرُوامابِأَنْفُسِهِم" (یقین جانو کہ اللہ عالیٰ کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت میں تبدیلی نہ لے آئے)[22] اور یہ گناہوں کے چھوڑنے، سچا توبہ کرنے اور ان نیک اعمال سے ہی ممکن ہے جن سے دل صالح اور کام سدھرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ کا قول آپ کے سامنے ہے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے قحط سالی کے دوران نماز استسقاء میں اس کو وسیلہ بنایا، تو آپ رضی اللہ عنہ فرمایا: اے اللہ! آفتوں کا نزول گناہوں ہی کی وجہ سے ہوتا ہے اور ان کا رفع ہونا توبہ ہی کی سبب سے ہوتا ہے۔

اس میں ان اسلامی ممالک کے لئے کسی بھی طرح کی عبرت کا سامان ہے جن کی حکومت کمزور ہو چکی ہے اور ان کی شہرت ماند پڑ چکی ہے حالانکہ وہ قرآنی ہدایت کے زیادہ حق دار تھے۔ لیکن ان کو قرآنی ہدایت کیسے نصیب ہو گی؟ جب کہ ان کے خواص نے اس کو چھوڑ دیا ہو اور عوام نے ان کی پیروی کی ہو۔ اس طرح کہ وہ قرآن کے احکام اور اس کے فیصلے سے ناواقف ہو گئے یہاں تک کہ معاملہ ان کی نوخیز اولاد تک پہنچ گیا۔ لہذا ان کے اقتدار کے ختم ہو جانے کا سبب ہی اس کی اتباع اور اس کے دین پر عمل ترک کرنا ہی ہوا، "كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْواهِهِمْ إِنْ يَقُولُونَ إِلَّا كَذِباً" (بڑی سنگین بات ہے جو ان کے منہ سے نکل رہی ہے۔ جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں، وہ جھوٹ کے سوا کچھ نہیں۔)[23]۔

اس میں آپؒ کا منہج و اسلوب درجہ ذیل نکات پر مشتمل ہے:

1) **علمی اصطلاحات سے گریز:** علامہ مراغیؒ نے عام مفسرین کے برخلاف اپنی تفسیر میں علمی اصطلاحات کے استعمال سے گریز کیا ہے۔ چنانچہ وہ خود لکھتے ہیں: "ضربناصفحاعن ذكرمصطلحات العلوم: من نحوو صرف وبلاغة إلى أشباه ذلك، مماأدخله المفسرون فى تفاسيرهم"[24] کہ ہم نے علمی اصطلاحات کے ذکر سے پہلو تہی کی ہے جیسے نحو، صرف، بلاغۃ اور ان جیسے دوسرے فنون، جن کو دوسرے مفسرین نے اپنی تفاسیر میں جگہ دی

ہے۔ دوسرے مفسرین جیسے علامہ محمود آلوسی، امام فخر الدین رازی اور امام قرطبی رحمہم اللہ نے علمی اصطلاحات کا خوب استعمال کیا ہے۔ عصرِ حاضر کے جید مفسرین نے بھی ان اصطلاحات کا مرتب انداز میں استعمال کیا ہے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر وہبۃ الزحیلیؒ کی "التفسیر المنیر" واضح اور بہترین مثال ہے۔ اس نے ایک آیت یا چند آیات لکھنے کے بعد بالترتیب علم القرآت، مفردات، صرفی ونحوی اصطلاحات اور فنِ بلاغت کی اصطلات کو استعمال کی ہیں۔ علامہ مراغیؒ نے ان اصطلاحات سے پہلو تہی کی ہے۔

یہ اسلوب اس کی تفسیر کی خوبی ہے۔ اس کے دو فائدے ہیں: ایک یہ کہ تفسیر عام لوگوں کے مطالعہ کا محور بن جاتی ہے، اس لئے کہ عام لوگ علمی اصطلاحات سے ناواقف ہوتے ہیں جس کی وجہ سے وہ ان تفاسیر سے کسی طرح مستفید نہیں ہو سکتے جن میں علمی اصطلاحات کا کثرت سے استعمال ہوا ہو اور یوں وہ تفاسیر باوجود علمی سرمایہ ہونے کے ایک خاص طبقے تک محدود ہو جاتی ہیں بلکہ الماریوں کی زینت بن کر رہ جاتی ہیں۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس قسم کی تفاسیر کے مطالعے پر وقت کم صرف ہوتا ہے لہٰذا کم وقت میں زیادہ فائدہ حاصل ہو جاتا ہے جب کہ علمی اصطلاحات پر مشتمل تفاسیر زیادہ وقت لیتی ہیں جن سے فائدہ کم حاصل ہوتا ہے بلکہ بسا اوقات عام لوگ تو درکنار خود علماء کرام کا طبقہ بھی ضرورت کے علاوہ ان کو ہاتھ نہیں لگاتا اور یوں ان تفاسیر کی افادیت محدود ہو کر رہ جاتی ہے۔

2) فہمِ قرآن کے وسائل میں عصرِ حاضر کی امتیازی خصوصیت: علامہ مراغیؒ تفسیر میں عصرِ حاضر کو مدِ نظر رکھتے ہیں اور عصری وسائل کے اسلوب و انداز میں تفسیر کرنے کی کوشش کرتے ہیں، چنانچہ وہ خود اس کا اعتراف کرتے ہیں:
"ومن ثم كان أهم ماعنيت به أن أقرأفى الموضوع الواحدماكتبه أعلام المفسرين على اختلاف نزعاتهم و تباين أزمنتهم حتى إذااطمأننت إلى فهم ماقرأت وتمثلته وهضمته، كتبته بأسلوب العصر الحاضر، وهذاهو نهجى فى تأليف هذاالتفسير"[25] اور اسی وجہ سے میں نے زیادہ توجہ اس بات پر دی کہ میں ایک موضوع کو پڑھوں جس کو بڑے مفسرین نے زمانوں کے تبائن اور ان کے نزاعی اختلافات کے نہج پر لکھا ہے یہاں تک کہ جب میں پڑھے ہوئے موضوع کے فہم پر مطمئن ہو جاؤں تو میں اس کو عصرِ حاضر کے اسلوب اور انداز پر لکھ دیتا ہوں۔ اور یہی اس تفسیر میں میرا اسلوب ہے۔

عصرِ حاضر کا اسلوب تفسیری خوبیوں میں اضافے کا باعث ہے اور یہی چیز علامہ مراغیؒ کی تفسیر کو درجہ امتیاز پر لا کھڑا کر دیتی ہے۔

3) کتبِ تفسیر میں مذکور روایات کی تمحیص: قرآنِ کریم میں بعض تاریخی واقعات اور حقائق کا اجمالی تذکرہ ہوا ہے جن کی تفصیل معلوم کرنے کے لئے اہلِ عرب کے ہاں کوئی وسیلہ اور ذریعہ نہیں تھا چنانچہ وہ ان کی تفصیل معلوم کرنے کے لئے اہلِ کتاب کی طرف مراجعت کرتے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ وہ رطب ویابس کو جمع کرتے تھے اور اسی کو مذکورہ واقعے کی تفسیر سمجھ کر اس کا حصہ بنا لیتے تھے۔ شیخ المراغیؒ نے اپنی تفسیر کو ان رطب ویابس سے پاک کرنے کی کوشش کی ہے چنانچہ وہ خود لکھتے ہیں: "ومن ثمّ رأينا ألا نذكرروايةمأثورة إلاإذاتلقاهاالعلم بالقبول "[26] اس لئے ہم نے ارادہ کیا کہ ہم صرف وہ روایت ذکر کریں گے جس کو اہلِ علم نے قبولیت کا شرف دیا ہو۔

مفسر علامؒ کا یہ اسلوب کسی حد تک قابلِ تعریف ہے کیوں کہ بعض مفسرین واقعات کی نقل میں زیادہ احتیاط سے کام نہیں لیتے اور اپنی تفاسیر کو رطب ویابس کا ایک مجموعہ بنادیتے ہیں۔ لیکن جس انداز میں اس نے ان روایات کی تمحیص کی ہے وہ ایک گونہ قابلِ اعتراض بھی ہے کہ اس میں اس نے بعض صحیح روایات اور واقعات کو بھی اپنی تنقید کا نشانہ بنادیا ہے جس کی وضاحت آگے ہو جائے گی۔

4) اسرائیلی روایات سے اجتناب: تفسیر مراغی کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بلکہ شیخ المراغیؒ نے اس کو اسرائیلی روایات سے مکمل طور پر پاک رکھا ہے بلکہ جہاں کہیں کسی مفسر نے اسرائیلی روایت کا حوالہ دیا ہے اس کو ذکر کر کے اس کی تردید کی ہے۔ فرعون کے جادوگروں کے واقعے میں ابنِ عباس، ابنِ کثیر، ابو اسحاق اور سدی رضی اللہ علیہم اجمعین کی روایات کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "وكل هذامبالغات إسرائيليةوتهويلات لم يصح شىء منهاوليس فى التوراة ما يؤيدها"[27] یہ تمام روایات اسرائیلی مبالغے اور خرافات ہیں جن میں کوئی بھی صحیح نہیں ہے اور نہ ہی تورات میں ایسی کوئی روایت ہے جو ان کی تائید کرتی ہو۔ اس نے روایاتِ ماثورہ میں وہب بن منبہ اور کعب الاحبار کو سخت تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور ان کی روایات لینے سے اجتناب کیا ہے۔

اسرائیلی روایات کے بارے میں شیخ المراغیؒ کا موقف جمہور علماء کے خلاف ہے۔ اس نے ان روایات کو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازش قرار دیا ہے، چنانچہ سورۃ الاعراف میں حضرت آدمؑ کے واقعے میں ایک جگہ اس نے لکھا ہے: "وماوردفى هذه القصةمن التفسير بالمأثورفأكثره مدخول مأخوذمن الإسرائيليات عن زنادقةاليهودالذين دخلوا فى الإسلام للكيدله"[28] اور اس قصہ میں تفسیر بالماثور کے طور پر جو روایات وارد ہوئی ہیں ان میں سے اکثر یہود زنادقہ کے اسرائیلی روایات ہیں جو اسلام میں سازش کے لئے داخل ہوئے تھے۔

اسرائیلی روایات کے بارے میں جمہور علماء کا موقف وہ ہے جو موقف ادیانِ سابقہ کے بارے میں ہے۔ اور یہ بات حضرت شاہ ولی اللہؒ نے الفوز الکبیر میں صراحت کے ساتھ ذکر کی ہے۔ لہذا اس میں علامہ مراغیؒ

نے صراحۃً جمہور کے مسلک کی خلاف ورزی کی ہے بلکہ اس حوالے سے اس کی عبارات میں بعض اکابرین کی بے ادبی بھی ہوئی ہے۔

5) مبہمات ومتشابہاتِ قرآن میں اسلوب: قرآنِ کریم میں جہاں کہیں متشابہات ذکر ہوئے ہیں یا کہیں اللہ تعالیٰ نے کسی بات کو مبہم انداز میں بیان کیا ہے وہاں شیخ المراغیؒ نے "ابھموا ما ابھمه الله تعالی" پر عمل کر کے ان میں زیادہ بحث نہیں کی ہے اور نہ ہی ان کی تفصیل میں کہیں ضعیف روایات اور اسرائیلی خرافات کا سہارا لیا ہے۔ مثال کے طور پر سورۃ الاعراف کی ابتداء حروفِ مقطعات "المص" سے ہوئی ہے، وہ اس کی تشریح میں صرف اتنی بات کہتے ہیں: "هذه حروف تكتب بصورة كلمةمن ذوات الأربعةالأحرف،لكننانقرؤهابأسماءهذه الأحرف فنقول: ألف. لام. ميم. صاد. وحكمة افتتاح هذه السورةوأمثالهابأسماءالحروف التي ليس لهامعنى مفهوم غيرمسماهاالذي تدل عليه–تنبيه السامع إلى ماسيلقى إليه بعدهذاالصوت من الكلام حتى لايفوته منه شيءفكأنه أداةاستفتاح بمنزلةألاوها التنبيه"[29] یہ حروف رباعی کلمات کی صورت میں لکھے جاتے ہیں لیکن ہم ان کو ان کے اپنے اسماء کے اعتبار سے پڑھتے ہیں (یعنی تمام حروف کو علیحدہ اور جدا پڑھتے ہیں)، لہذا ہم الف، لام، میم اور صاد پڑھتے ہیں۔ اور ان جیسی سورتوں کی ان حروف کے اسماء کے ساتھ افتتاح میں حکمت یہ ہوتی ہے کہ سامع کو متنبہ کیا جائے کہ مابعد کلام اہم ہے اس سے غافل نہ ہوں، گویا کہ یہ اَلَا اور ھَا تنبیہیہ کی طرح حروفِ ابتداء ہیں۔

6) زوال کے اسباب کی نشاندہی: علامہ مراغیؒ اپنی تفسیر میں مسلمانوں کے زوال کے اسباب کی نشاندہی بھی کرتے ہیں جس سے اس کا مقصود ان کو دوبارہ عروج کے بام پر لانے کی کوشش ہوتا ہے۔ سورۃ الانفال میں غزوہ بدر کے مباحث ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "وماغلب المسلمون فى العصورالأخيرةوذهب أكثرملكهم إلالأنهم تركواالاهتداء بهدى دينهم وتركواالاستعدادالمادي والحربي الذي طلبه الله بقوله: وَأَعِدُّوالَهُمْ مَااسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ[30]"[31] مسلمانوں کے مغلوب ہونے اور ان کے ہاتھوں سے حکومت کے چلے جانے کی وجہ صرف اور صرف یہ ہے کہ انہوں نے دینی ہدایت اور اس مادی اور جنگی تیاری کو ترک کر دیا ہے جس کا مطالبہ اللہ تعالیٰ نے "وَأَعِدُّوالَهُمْ مَااسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ" کے ذریعے ان سے کیا ہے۔ نیز انہوں نے عدل اور ان معاشرتی محاسن وفضائل کو چھوڑ دیا جن کے ذریعے ان کے اکابر نے غلبہ حاصل کیا۔ اور قوم اور حکومت کی دولت کو اپنی ان خواہشات میں بے جا صرف کیا جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے۔ اس کے برعکس انگریزوں نے اسلامی تعلیمات پر عمل کیا لہذا انہوں نے جنگی تیاری کی اور اللہ تعالیٰ کے عمرانی قوانین کی پیروی کی تو ان کے ہاتھ بھر گئے۔

مذکورہ بالاعبارت مسلمانوں کے تنزل کی نشاندہی میں کس قدر واضح ہے نیز اس میں مسلمانوں کو عار دلایا گیا ہے کہ کس طرح اغیار ان کی ترقی کے اسباب کو اپنا کر آگے نکل گیا۔ مفسر علام کا یہ اسلوب انتہائی قابل ستائش ہے اور عصری تقاضوں کے عین مطابق ہے۔ یہ وہ اسلوب ہے جس کے ذریعے مسلمانوں کو خوابِ غفلت سے بیدا کیا جا سکتا ہے اور ان کو اپنا بھولا ہوا سبق یاد دلایا جا سکتا ہے۔

7) سائنسی اور عصری علوم کی ضرورت کی اجاگری: علامہ مراغیؒ نے مختلف اسالیب سے اپنی تفسیر میں سائنسی اور عصری علوم کو بھی ذکر کیا ہے۔ کہیں وہ اسلام کی قوت کے لئے عصری علوم کی ضرورت پر دلنشین انداز میں اظہارِ خیال فرمایا ہے، جیسے سورۃ الانفال کے "وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَااسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ۔۔۔الآیۃ" کی تشریح و تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں دشمنوں کے خلاف جنگی تیاری کا حکم دیا ہے اور اس کی دو صورتیں ہیں؛ ایک صورت قوت اور طاقت میں اپنی بساط کے مطابق تیاری ہے" و يختلف هذاباختلاف الزمان والمكان، فالواجب على المسلمين فى هذاالعصر: صنع المدافع و الطيارات والقنابل والدبابات وإنشاءالسفن الحربية والغواصات ونحو ذلك، كما يجب عليهم تعلم الفنون والصناعات التي يتوقف عليها صنع هذه الأشياء وغيرها من قوى الحرب وقد استعمل الصحابة المنجنيق مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فى غزوة خيبر وغيرها" یہ تیاری زمان اور مکان کے اعتبار سے مختلف ہوتی رہتی ہے۔ چنانچہ اس زمانے میں توپیں، جہاز، گولے، ٹینک، بحری جنگی جہاز، غوطہ خور جہاز اور اس قسم کی دوسری چیزیں بنانا مسلمانوں پر واجب اور ضروری ہے۔ اسی طرح ان پر ان فنون اور ہنر کا سیکھنا بھی لازم ہے جن پر ان چیزوں کا بنانا اور دوسری جنگی قوتوں اور صلاحیتوں کا حاصل کرنا موقوف ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جناب نبی کریم ﷺ کے ساتھ غزوہ خیبر اور دوسری غزوات میں منجنیق کو استعمال کیا تھا۔

علامہ مراغیؒ کی اس عبارت سے واضح طور پر یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ قوت کی تعبیر و تشریح ہر زمانے میں ایک نہیں رہتی بلکہ زمان و مکان کے ساتھ یہ بدلتی رہتی ہے لہذا ہر زمانے میں اس زمانے کے تقاضے کے مطابق تیاری کرنا مسلمانوں پر لازم ہے تاکہ وہ دوسری اقوام سے پیچھے نہ رہیں۔ نیز یہ بھی واضح طور پر فرمایا کہ صرف اسی پر بس نہیں بلکہ اس کے لئے جس علم کی ضرورت ہوتی ہے اس کا سیکھنا اور حاصل کرنا بھی ان پر واجب ہے۔

8) قرآن کی تشریح میں سائنسی نظریات کی تائید: شیخ المراغیؒ ضرورت کے وقت کسی قرآنی نظریے کی تائید میں سائنسی نظریات بھی پیش کرتے ہیں۔ "إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّماواتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ"[32] کی

تفسیر کے بعد لکھتے ہیں:"و مااستنبط من هذه الآيات يوافق ماأقره علماءالفلك فى العصرالحديث،فقدقالوا:إن المادة التي خلقت منهاالأجرام السماويةوخلقت منهاالأرض كانت سديما،وكانت واحدةرتقاثم انفصل بعضهامن بعض۔۔۔الخ"[33] اس آیتِ کریمہ سے جو بات مستنبط ہوئی ہے وہ عصرِ حاضر کے ماہرینِ فلکیات کی تحقیق کے موافق ہے جس کا انہوں نے اعتراف کیا ہے۔ چناں چہ انہوں نے کہا ہے کہ: وہ مادہ جس سے اجرامِ فلکی اور زمین پیدا کی گئی ہے وہ نبولا اور بند تھا، پھر وہ جدا ہو گیا۔ وہ مادہ دقیق متحرک اجزاء سے مرکب تھا جس کے اجزاء کششِ ثقل کے قانون کے مطابق آپس میں جڑے ہوئے تھے۔ یہ مادہ ایک بڑے کرے کی شکل میں اپنے محور پر گھوم رہا تھا۔ انتہائی تیز حرکت کی وجہ سے یہ کرہ بھڑک اٹھا اور روشنی بن گیا۔ ہماری دنیا میں یہ بڑا کرہ سورج کہلاتا ہے اور نظامِ شمسی کے تمام ستارے، جنہیں ہم دیکھتے ہیں، اس کے تابع ہیں۔ اسی سے ہماری زمین ہے جو اس کی بندھن سے آزاد ہوئی ہے اور اس کی جرم سے جدا ہوئی ہے، اسی کی طرح مشتعل ہے اور اپنے مداروں میں حرکت کر رہی ہے۔۔۔ الخ۔ آگے تفصیل کے ساتھ زمین کی تخلیق کے مراحل کو بیان کیا ہے۔

اس نے اسلامی نظریات پر وارد ہونے والے اعتراضات کے جواب میں بھی جدید سائنسی ایجادات کی تائید پیش کی ہے۔ چنانچہ اعمال کے وزن پر وارد ہونے والے اعتراض کے جواب میں اس نے عصری ایجادات کی تائید پیش کر کے معترضین پر سخت رد کی ہے، وہ لکھتے ہیں:"وإذاكان العلم الحديث كشف موازين للحروالبرد واتجاه الرياح والأمطار،أفيعجز القادرعلى كل شيءعن وضع موازين للأعمال النفسيةوالبدنيةالتي سماهاالدين الحسنات والسيئات؟"[34] جب جدید سائنس نے گرمی اور سردی کے ناپنے کے پیمانے وضع کر دئے اور ہواؤں اور بارشوں کے لئے آلات بنا لئے تو کیا خالقِ کائنات روحانی اور بدنی اعمال کے لئے، جن کو نیکی یا گناہ کا نام دیا ہے، ترازو قائم کرنے سے عاجز ہے۔

اس اسلوب نے مفسر علام کو ممتاز کر دیا ہے۔ جدید سائنس کے ذہنی غلاموں اور ملحد فلسفہ کے نام نہاد پیروکاروں نے کفار اور ملحدین کی پیروی میں جس انداز سے قرآنی تعلیمات پر اعتراضات کئے ہیں مفسر علامؒ نے اسی سائنس کی روشنی میں قرآنی تعلیمات کو صحیح اور سچ ثابت کر دکھایا ہے۔ اور ان کو یہ تعلیم دی ہے کہ قرآنی تعلیمات ابدی اور زندہ جاوید ہیں۔ دنیا کا کوئی فلسفی، دانشور اور سائنسدان ان کو غلط ثابت نہیں کر سکتا۔

9) **فقہی مسائل میں موقف:** ڈاکٹر جمیلہ شوکت نے اپنے تحقیقی مضمون "الشیخ المراغی اور ان کی تفسیری خدمات" میں لکھا ہے کہ شیخ مسلکاً حنفی تھے لیکن اس حنفیت کے ساتھ اس کا تعلق تقلید کی حد تک نہیں تھا۔ محترمہ کی اس بات کو کس زاویہ سے دیکھا جائے، یہ ذرا مشکل ہے کیونکہ شیخ المراغیؒ کی تفسیر کے مطالعہ سے کہیں بھی اس کا حنفی ہونا معلوم

نہیں ہوتا۔ البتہ اتنا کہا جا سکتا ہے کہ اگر حنفی مسلک کا کوئی مسئلہ اس کی مزاج کے موافق ہو تو اس میں احناف کی پیروی کرتے ہیں لیکن اگر اس کے مزاج کے موافق نہیں تو اس صورت میں وہ ان کی پیروی نہیں کرتے۔ اس کی تفسیر کے مطالعہ سے الجھن سی پیدا ہو جاتی ہے اور یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ آپ مقلد تھے یا غیر مقلد؟ لہذا فقہی مسائل میں اس کے موقف کے بارے میں صحیح رائے قائم کرنا مشکل ہے۔

مفسر علامؒ کا یہ اسلوب جدید ذہنیت کے تو عین مطابق ہے لیکن اسلامی تعلیمات کا مزاج یہ نہیں ہے بلکہ اس اسلوب سے اسلامی تعلیمات عدمِ توازن کا شکار ہو جاتی ہیں۔ لہذا معتدل اسلامی ذہنیت کا تقاضا یہ ہے کہ کسی ایک مسلک کے ساتھ التزام کیا جائے اور دوسرے مسالک کا حق مانا جائے۔

10) آزادئ رائے: تفسیر المراغی کے مطالعے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ شیخ المراغی تفسیر میں آزادئ رائے کے حامی ہیں۔ جہاں کہیں اپنی رائے پسند آئی، وہیں پر دین کے مزاج کی پرواہ کئے بغیر اسے ٹھونک دیا۔ رائے کی اس آزادئ نے کئی ایک مقامات پر اس کو جمہور کی مخالفت میں لا کھڑا کر دیا ہے۔ سورۃ الانفال میں قتالِ ملائکہ سے متعلق اس کا موقف جمہور علماء کے خلاف ہے۔ جمہور علماء بدر میں ملائکہ کے قتال کے قائل ہیں جب کہ وہ بدر میں قتالِ ملائکہ کے قائل نہیں۔ چناں چہ "إِذْتَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُمْ بِأَلْفٍ مِنَ الْمَلائِكَةِ مُرْدِفِينَ۔۔۔الآیۃ"[35] کی تفسیر میں وہ لکھتے ہیں: "وظاهرالآيةيدل على أنّ لإنزال الملائكةوإمداد المسلمين بهم فائدةمعنوية،فهويؤثّر فى القلوب فيزيدهاقوةوإن لم يكونوا محاربين،و هناك روايات تدل على أنهم قاتلوافعلا."[36] کہ آیت کی ظاہر اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ فرشتوں کے نزول اور ان کے ذریعے مسلمانوں کی مدد معنوی تھی، لہذا وہ دلوں میں اثر کرتی ہے اور ان کو قوت دلاتی ہیں اگرچہ وہ جنگ کرنے والے نہیں ہیں۔ بعض روایات ایسی بھی ہیں جو فرشتوں کی بالفعل جنگ پر دلالت کرتی ہیں۔

غزوہ بدر میں قتالِ ملائکہ پر جمہور علماء اور مفسرین کا اتفاق ہے۔ مسلمانوں کی نصرت اور مدد کے لئے آسمان سے ملائکہ کا نزول کئی ایک غزوات میں ثابت ہے لیکن ان کا قتال صرف بدر میں متفق علیہ ہے۔ اس طرح کے اور بھی بہت سے مسائل ہیں جن میں مفسر علامؒ نے جمہور علماء کی مخالفت کی ہے۔ اسلام آزادی رائے کا قائل ہے لیکن اس حد کہ اس میں نہ حد سے نکلا جائے اور نہ ہی واضح اسلامی تعلیمات کی مخالفت کی جائے۔

خلاصۃ البحث

مفسر علام احمد بن مصطفیٰ المراغیؒ کا شمار عصرِ جدید کے چوٹی کے مفسرین میں ہوتا ہے۔ اس کی تفسیری خدمات کا "تفسیر المراغی" سے بڑی ثبوت اور کیا ہو سکتی ہے جو تفسیری دنیا میں ایک عظیم شاہکار سمجھی جاتی ہے۔ اس

میں مفسر علامؒ نے تفسیر بالماثور کے منہج کو اپنایا ہے اور قرآن کریم کی تفسیر میں زیادہ تر احادیثِ مبارکہ لایا ہے۔ نسلِ نو اور عصری علوم کے حاملین کے لئے سائنسی نظریات کی روشنی میں قرآن کریم کی وضاحت کی ہے اور سائنس سے مرعوب قرآنی نظریات پر اعتراض کرنے والوں کے اعتراضات کے جواب میں سائنسی ایجادات ہی کو پیش کیا ہے جس کی واضح مثال اعمال کے وزن کی ہے۔ جس پر ملدین فلاسفہ کا اعتراض تھا کہ اعمال اعراض ہیں اور اعراض تولے نہیں جاتے۔ مفسر علامؒ نے ان کے اس جواب میں ان آلات کی ایجاد کو پیش کیا ہے جن کے ذریعے اعراض ہی تولے جاتے ہیں۔ اس میں مفسر علام نے ایک کمال یہ کیا ہے کہ مسلمانوں کو زوال کے اسباب بھی بتائے ہیں اور ساتھ ہی اس کا علاج بھی بتایا ہے۔ مذکورہ تحقیقی مضمون مفسر علام کے اس منہج و اسلوب کے تجزیاتی مطالعے پر مشتمل ہے۔

حوالہ جات

1 الدکتور، محمد السید حسین، الذھبي، التفسير والمفسرون، مکتبۃ وھبۃ، القاھرۃ، ص۔ 41

2 بھٹی، محمد، امین۔ اظہر اللغات، اظہر پبلیشرز، اردو بازار لاہور، ص۔ 503

3 الفرقان: 33

4 عثمانی، محمد تقی، علوم القرآن، مکتب دار العلوم کراچی، ایڈیشن 2003، ص 323

5 السیوطي، عبد الرحمن بن ابی بکر، جلال الدین، الاتقان فی علوم القران، ج:2، ص 169

6 صابونی، محمد علی، التبیان، مکتبہ رحمانیہ اقراء سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور، ص 66

7 فاروقی، احمد، نصار، پروفیسر۔ اردو محفل فورم۔ 8 دسمبر 2012

8 البخاری، محمد۔ صحیح الخاری، مکتبہ حقانیہ پشاور، ج 2، ص 25

9 اصفہانی، راغب، امام۔ المفردات فی غریب القرآن، دار العلم، بیروت، ایڈیشن 1991

10 حریری، غلام احمد، پروفیسر، تاریخ تفسیر و مفسرین، فیصل آباد: ملک سنز پبلشرز، ص: 793

11 فدل حسن، عباس، احمد مصطفیٰ المراغی، المفسرون مدار سھم و مناھجھم، بیروت، دار النفائس 2007، ج:1، ص: 234

12 Amiratul Munirah,Yahya,Reform Thoughts in tafseer al muraghy by Shekh Amad Al-Muraghy,

13 المراغی، احمد بن مصطفیٰ (م: 1371ھ/1952ء)، تفسیر المراغی، مصر: شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابي الحلبي، ج:1، ص: 16

14 مقریزی، احمد بن علی (م: 845ھ)، کتاب الخطط، بیروت: دار الکتب العلمیہ، طبع اول: 1418ھ، ج:4، ص: 51

15 https://www.britannica.com/topic/al-Azhar-University

16 عارف تامر، المعز لدین اللہ، بیروت: دار الافاق الجدیدہ، طبع اول، 1982، ص: 162

17 الاعراف، 1 تا 3

18 یوسف 12:82

19 الاعراف: 5،4

20 سبا 34:35

21 الشوریٰ 42:30

22 الرعد 13:11

23 الکھف 18:5

24 ایضاً، ص: 17

25 ایضاً، ص: 18

26 ایضاً، ص:19

27 ایضاً، ج:9، ص:30

28 ایضاً، ج:8، ص:123

29 ایضاً، ج:8، ص:97

30 الانفال 60:8

31 تفسیر المراغی، ج:9، ص:208

32 الاعراف 54:7

33 تفسیر المراغی، ج:8، ص:171

34 تفسیر المراغی، ج:8، ص:107

35 الانفال 9:8

36 تفسیر المراغی، ج9، ص:174

[36] Zahabi, Muhammad Hussain, dr., Al-Tafseer vul Mufaseroon, Al-Qahera:almaktaba tul Wahaba,P:41

[36]Batti,M.Amin, Azhar ul Ghat,Lahore:Azhar Publishers, P:503

:[36]Al-Furqan33

[36]Usmani,M.Taqi,Uloom-ul-Quran,Karachi:MaktabaDarul uloom,2003,P:323

[36]Al sayooti,Abd u Rehaman,jalal u Din, Al-Itqan Fi Uloom il Quran, V:2,P:169

[36]Sabooni,M.Ali, Al-Tibyan, Lahor: Maktaba Rehmania, P:66

[36]Farooqi, Ahmad Ansar,Prof.,Urdu Mehfal Form,Dec,8,2012.

[36]Al BuKhari,Muhammad Bin Ismail,Sahih BuKhari,Peshawar: Maktaba Haqania, V:2,P: 25

[36]Asfahani,Raghib,Imam,al-Mufradat fi Gharaib ul Quran, beroot:darul Ilm, edd:1991,

[36] Hareeri, Ghulam Ahmad,Prof.,Tareekh e Tafseer vul Mufaseroon, Faisal Abad: Malik Sons Publishers,P:793.

[36] Fidal, Hassan Abbas, Ahmad Bin Mustafa Al_Muraghi,Al-Mufaseroon: Madaresuhum w Manahejuhum, Beroot:Dar ul Nafais2007,V:1, P:234

[36] Amiratul Munirah,Yahya,Reform Thoughts in tafseer al muraghy by Shekh Amad Al-Muraghy,

[36]Al-Muraghi,Ahmad Bin Mustafa(1952/1371),Tafseer ul Muraghi,Egypt: MaktabaMustafa Al Babi,V:1, P:16

[36]Maqrezi,Ahmad Bin Ali(845),Kitab Ul Khutath, Beroot: darul Kutab Al Ilmia,Edd:1st,1418h,V:4,P:51

[36]https://www.britannica.com/topic/al-Azhar-University

[36]Arif Tamer, al Maz LeDin e Allah, Beroot: Darul Afaq aljadida,Edd: 1st,1982, P:162

[36]Al- Aaraaf:1-3

[36] Yousaf:82

[36] Al-Aaraf:4,5

[36] Saba:35

[36]Al-Shura:30

[36] Al-Raad:11

[36] Al-Kahf:5

[36] Tafseer ul Maraghi, V:1, P:17

[36]Tafseer ul Maraghi, V:1, P:18

[36] Tafseer ul Maraghi, V:1, P:19

[36] Tafseer ul Maraghi, V:9, P:30
[36] Tafseer ul Maraghi, V:8, P:123
[36] Tafseer ul Maraghi, V:8, P:97
[36]Al Anfal:60
[36] Tafseer ul Maraghi, V:9, P:208
[36] Al Aaraf:54
[36] Tafseer ul Maraghi, V:8, P:171
[36] Tafseer ul Maraghi, V:1, P:107
[36]Al Anfal:9
[36] Tafseer ul Maraghi, V:9, P:174